عمرانیات فقہ اسلامی

پروفیسر عبدالرحمٰن مومن
(سابق صدر شعبہ سماجیات ممبئی یونیورسٹی)

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	عمرانیات فقہ اسلامی
مصنف	:	پروفیسر عبدالرحمٰن مومن
تعداد صفحات	:	۳۷
سن اشاعت	:	
قیمت	:	

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

۱۶۱-ایف، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

۱-اسلامی قانون کے امتیازی خصائص	۱۰
۲-شرعی احکام میں معاشرتی مصالح اور حالات وزمانہ کی رعایت	۱۲
۳-اسلامی قانون اور قانونی تکثیریت	۱۵
۴-اجتہاد کی سماجیاتی نقطہ نظر سے توجیہ وتعبیر	۱۸
۵-اسلامی قانون اور امت مسلمہ کی عالمگیر وحدت	۲۰
۶-اسلامی قانون اور رفاہ عام	۲۱
۷-اسلامی قانون بین المما لک	۲۲
۸-اسلامی قانون اور حقوق انسانی	۲۵
۹-اسلامی قانون اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق	۲۶
۱۰-اسلامی قانون اور دنیا کے دیگر قانونی نظاموں کا تقابلی جائزہ	۲۸
۱۱-فقہ الاقلیات	۲۹
۱۲-اسلامی قانون اور عالمیت (گلوبلائزیشن)	۳۱
۱۳-عمرانیات فقہ اسلامی کے پروجیکٹ کے بنیادی مقاصد اور افادیت	۳۴

عمرانیات فقہ اسلامی

پروفیسر عبدالرحمٰن مومن
(سابق صدر شعبہ سماجیات ممبئی یونیورسٹی)

عمرانیات یا سماجیات علوم عمرانی کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اصل بنیاد مشہور و معروف مورخ اور فلسفی عبدالرحمٰن ابن خلدون (متوفی 1406) نے ڈالی تھی، گذشتہ دو صدیوں میں سماجیات میں جو ترقیاں ہوئی ہیں وہ زیادہ تر یورپ اور امریکہ کے مفکرین اور ماہرین فن کی مرہون منت ہیں۔ سماجیات کا بنیادی موضوع دنیا کے مختلف ملکوں، خطوں اور قوموں کی تہذیب و تمدن، عقائد و اقدار، طرز معاشرت اور رسم و رواج کا تقابلی مطالعہ ہے۔ اس تقابلی مطالعہ کی روشنی میں انسانی معاشرہ کی ساخت، اس کے مختلف اجزا کے مابین ارتباط، تہذیبی و معاشرتی گونا گونی اور یکسانیت اور سماجی تغیرات کے بارے میں نظریات تشکیل دیئے جاتے ہیں۔

سماجیات کی متعدد شاخیں یا شعبے ہیں جن میں مخصوص موضوعات پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے، مثلاً ایک شعبہ میں معاشرہ اور صحت و امراض کے باہمی ارتباط کا دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے، بعض ماہرین سماجیات معاشرہ اور مذہب کے گہرے اور گونا گوں تعلق کو موضوع تحقیق بناتے ہیں۔ قانونی سماجیات یا سماجیات قانون ایک ایسا شعبہ ہے جس میں قانون اور معاشرہ کے مابین ارتباط پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور اس ارتباط کا بین الاقوامی تناظر میں جائزہ لیا جاتا ہے، عمرانیات فقہ اسلامی سماجیات قانون کا ایک حصہ ہے۔ عمرانیات فقہ اسلامی ایک ایسا موضوع ہے جس پر اب تک کوئی جامع اور مبسوط علمی و تحقیقی کام دنیا کے کسی حصہ میں اور کسی زبان

میں نہیں ہوا ہے۔عمرانیات فقہ اسلامی کی غرض وغایت حسب ذیل ہے:

۱-فقہ اسلامی کے بنیادی تصورات و نظریات (بالخصوص اصول فقہ اور مقاصد شریعت) اور اس کے امتیازی خصائص کو سماجیات کے پیرہن اور عصری اسلوب میں پیش کرنا۔

۲-گذشتہ چودہ صدیوں میں شریعت اسلامی نے دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کی دینی اور دنیوی رہنمائی کی ہے اور پیش آمدہ مسائل اور مشکلات کا حل پیش کیا ہے، اس متہم بالشان رہنمائی کے پس پشت اسلامی شریعت کے متحرک اور توانائی بخشنے والے اصول کارفرما ہیں، ان اصولوں کو سماجیات قانون کے قالب میں پیش کرنا اور ان کی عالمگیر اہمیت کو اجاگر کرنا۔

۳-فقہ اسلامی کی تشکیل اور ارتقا میں تہذیبی و معاشرتی ونفسیاتی عوامل کی رعایت کا سماجیات قانون کے پیرہن اور اسلوب میں جائزہ لینا۔

۴-اسلامی قانون اور دنیا کے دیگر قانونی وآئینی نظام بالخصوص رومی قانون کے مابین ارتباط کا جائزہ لینا اور اس تقابلی مطالعہ کی روشنی میں یورپی قانون پر اسلامی قانون کے دیرپا اثرات کو عصری تحقیقات کے تناظر میں اجاگر کرنا۔

۵-اسلامی قانون بین الممالک مسلمان علماء وفقہاء کی اختراع ہے۔اس کے ہمہ گیر اور دیرپا اثرات یورپی قانون بین الممالک پر مرتب ہوئے، اس موضوع کا عصری تحقیقات کی روشنی میں جائزہ لینا۔

۶-دور حاضر میں حقوق انسانی کا ہر جگہ غلغلہ ہے، اسلامی قانون کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دنیا میں پہلی بار حقوق انسانی کا جامع اور ہمہ گیر تصور پیش کیا گیا جو صرف نظریاتی نہیں تھا بلکہ صدر اول اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اسلامی قانون میں ذمیوں یعنی غیر مسلم اقلیتوں کے لئے جو مراعات موجود ہیں ان کی

مثال دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔

۷-آج دنیا میں عالم اسلام کی کم وبیش 20 فیصد آبادی اقلیت کی حیثیت سے غیر اسلامی ملکوں میں رہائش پذیر ہے، مسلمان اقلیتوں کو جو مسائل اور مشکلات درپیش ہیں ان کے حل کے لئے دینی وفقہی ادارے اور انجمنیں سرگرم عمل ہیں، اس سلسلہ میں جو کاوشیں ہو رہی ہیں ان کا عالمی تناظر میں جائزہ لینا۔

۸-عالمیت (گلوبلائزیشن) نے دنیا کے تمام ملکوں اور قوموں پر دور رس اثرات ڈالے ہیں۔ یہ اثرات مثبت بھی ہیں اور منفی بھی۔ اسلامی قانون کے نقطہ نظر سے عالمیت کے مثبت پہلوؤں کا جائزہ پیش کرنا۔ اس موضوع کے درج ذیل پہلو قابل ذکر ہیں:

الف-بعض مغربی ممالک کے قوانین اور عدالتیں مسلمانوں کو اختیار دیتی ہیں کہ وہ نکاح، طلاق اور وراثت کے معاملات اپنے دینی احکام کے مطابق طے کر سکتے ہیں۔

ب-انٹرنیٹ پر ہزاروں فتاوی موجود ہیں، اب انٹرنیٹ کے ذریعہ فتوی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ج-عالمیت کا ایک قابل ذکر پہلو اسلامی مالیات اور بینکنگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ہے، اس معاملہ میں دنیا کے تمام بڑے بینک اور اسلامی ملکوں کے اسلامی بینک علماء وفقہاء سے مشورہ کرتے ہیں۔ عالمیت کا دوسرا اہم پہلو عالم اسلام میں حلال اشیاء خورد ونوش کی روز افزوں مقبولیت ہے، کم وبیش ہر مسلم ملک میں حلال اشیاء خورد ونوش کی تصدیق وتوثیق کے لئے فقہی ادارے موجود ہیں۔

زیر نظر مضمون میں بارہ موضوعات کے تحت عمرانیات فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے:

۱-اسلامی قانون کے امتیازی خصائص۔

۲-شرعی احکام میں معاشرتی مصالح اور حالات وزمانہ کی رعایت۔
۳-اسلامی قانون اور قانونی تکثیریت۔
۴-اجتہاد کی سماجیاتی نقطہ نظر سے توجیہ وتعبیر۔
۵-اسلامی شریعت اور امت مسلمہ کی عالمی وحدت۔
٦-اسلامی قانون اور رفاہ عام
۷-اسلامی قانون بین المالک۔
۸-اسلامی قانون اور حقوق انسانی۔
۹-اسلامی قانون اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق۔
۱۰-اسلامی قانون اور دنیا کے دیگر قانونی نظاموں کا تقابلی جائزہ۔
۱۱-فقہ الاقلیات۔
۱۲-اسلامی قانون اور عالمیت (گلوبلائزیشن)۔

۱-اسلامی قانون کے امتیازی خصائص:

یہ ضروری ہے کہ اسلامی شریعت اور اسلامی قانون میں جو فرق ہے اسے واضح کیا جائے، اسلامی قانون اسلامی شریعت سے ماخوذ ہے اور اس کا اٹوٹ حصہ ہے، شریعت صرف قوانین کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک نہایت ارفع واعلی حیثیت کی حامل ہے، شریعت ارفع ترین روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اصولوں کی آئینہ دار ہے، مسلمان علماء وفقہاء نے ان اصولوں کو اصول فقہ اور مقاصد شریعت کے نام سے موسوم کیا ہے، امام غزالی، امام ابواسحاق شاطبی، ابن القیم، عزالدین عبدالسلام، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اور دیگر ممتاز علماء وفقہاء نے مقاصد شریعت پر شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا ہے، ان علماء نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ اسلامی شریعت کے اصولوں اور احکام میں انسانی فلاح و بہبود کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے، حافظ

ابن القیم اور امام شاطبی فرماتے ہیں کہ شریعت کا اصل مقصد دنیا اور آخرت میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود ہے۔

فقہ اسلامی کی تعریف جسے ملا علی قاری نے شرح الفقہ الاکبر میں امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ سے منسوب کی ہے وہ یہ ہے کہ "هو معرفة النفس ما لها و ما عليها"جمہور فقہاء کے نزدیک فقہ کے چار ارکان یا شعبے ہیں: عبادات، معاملات، مناکحات اور عقوبات۔ اسلامی قانون نہایت جامع اور ہمہ گیر ہے۔ اس کا دائرہ کار اعتقادات، عبادات، اخلاق، تمدن و معاشرت، معاہدات و معاملات غرض کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلامی قانون میں دنیوی معاملات اور دینی معاملات کے مابین کوئی بعد یا بے تعلقی نہیں پائی جاتی۔ اسلامی قانون میں غیر معمولی داخلی توانائی اور لچک پائی جاتی ہے۔ اس میں ایسے اصول اور نظیریں موجود ہیں جن کی روشنی میں ہر زمانہ کے مسائل اور مشکلات کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی قانون حاکم و محکوم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس کی رو سے حاکم اعلی کو کوئی مامونیت (Immunity) حاصل نہیں ہے۔ اسلامی قانون اور اسلامی ریاست میں قانون کی پاسداری کا تصور کلیدی اہمیت رکھتا ہے، امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے علم القانون کے استاد پروفیسر نوح فیلڈ مین (Noah Feldman) نے امریکہ کے مشہور اخبار نیویارک ٹائمز میں 2008 میں ?Why Sharia کے عنوان سے ایک فکر انگیز مضمون لکھا تھا، جس میں انہوں نے اسلامی شریعت سے متعلق مغربی ملکوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے اور اسلامی قانون کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی قابل ستائش کوشش کی۔ انہوں نے اپنے مضمون میں بطور خاص اس بات کا ذکر کیا کہ اسلامی شریعت کا ایک قابل قدر پہلو یہ ہے کہ وہ قانون کی پاسداری کو ریاست اور نظم مملکت کے لئے ایک لازمی عنصر قرار دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مرحوم ومغفور نے لکھا ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں قوانین پائے جاتے ہیں، چنانچہ عراق میں حمورابی کا قانون، قدیم مصری قانون، رومی قانون، چینی قانون، ہندوستانی قانون وغیرہ مشہور ہیں، لیکن علم القانون اپنے مجرد تصور میں پہلی مسلمانوں نے پیش کیا، مسلمان علماء اور فقہاء نے علم القانون کے مجرد تصورات کو اصول فقہ کا نام دیا۔

۲-شرعی احکام میں معاشرتی مصالح اور حالات وزمانہ کی رعایت:

اسلام دین فطرت ہے، اس لئے شرعی احکام انسانی فطرت اور عقل وفہم سے ہم آہنگ ہیں، مزید برآں شرعی احکام میں معاشرتی مصالح اور حالات وزمانہ کی رعایت پائی جاتی ہے، چنانچہ اضطرار کی حالت پیدا ہونے پر شرعی احکام میں رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، اس ضمن میں قرآن کریم کی آیت "**وما جعل عليكم في الدين من حرج**" اور سنت نبوی ﷺ اور تعامل صحابہ سے استشہاد کیا گیا ہے، ایک زمانہ میں مدینہ میں جب قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے غذائی اجناس کی چوری کرنے پر قطع ید کی سزا موقوف کردی، اس بنا پر فقہاء نے یہ قاعدہ وضع کیا "**الضرورات تبيح المحظورات**"، یہ بھی ایک مسلمہ فقہی قاعدہ ہے کہ "**لا ينكر تغير الأحكام بتغيير الزمان**"، علامہ ابن عابدین اور دیگر علماء متاخرین نے رواج بدل جانے کی صورت میں باقتضائے ضرورت فروعی مسائل میں ظاہر الروایہ کے خلاف فتوی دینے کو جائز قرار دیا ہے، امام ابوحنیفہؒ کا فتوی ہے کہ تعلیم قرآن یا امامت پر اجرت لینا ناجائز ہے، لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ محض خدمت دین کے لئے تعلیم قرآن اور امامت کا فریضہ انجام دینے والے افرد مفقود ہونے لگے اور اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اگر تعلیم قرآن اور امامت کے لئے اجرت کو جائز قرار نہ دیا گیا تو دین کی خدمت واشاعت پر منفی اثرات مرتب ہوں گے، اس لئے حالات کے پیش نظر اجرت کے جواز کا فتوی دیا گیا۔

عہد نبوی ﷺ کے بعد مسلمان مختلف ممالک میں پھیلے تو ان کو نئے رسم ورواج اورنئ

ضرورتوں سے سابقہ پڑا، فقہاء نے ایسے رواجوں کو جو قرآن وحدیث کے احکام سے متعارض نہ تھے جاری رہنے دیا اوران کو قبول کر کے فقہ کا جز بنا دیا، حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں قدیم ایرانی قانون مالگذاری کو قائم رکھا۔ مفتوح علاقوں میں دفتری کام کاج بدستور فارسی اور یونانی زبانوں میں ہوتا رہا، معاملات سے متعلق کئی احکام میں عرف وعادت اور مقامی رسم ورواج کی رعایت شریعت میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ بہت سے فقہی مسائل ایسے ہیں جن کی بنیاد مجتہد اپنے زمانہ کے عرف پر رکھتا ہے، اسی وجہ سے علماء نے مجتہد کے لئے لوگوں کے عرف وعادت سے واقف ہونا ضروری قرار دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ عرف یا رواج اسی وقت حجت بن سکتا ہے جب وہ نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو، لہذا جو رواج شریعت کے صریح احکام اور اس کی روح اور منشا کے منافی ہو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ مزید برآں عرف یا رواج کا طبائع سلیمہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا ضروری ہے یعنی وہ قرین عقل ہو اور ذوق سلیم یا رائے عامہ اس کی تائید کرتی ہو، حضرت امام اعظم اور امام محمدؒ کا مسلک ہے کہ جن احکام کا مدار عرف وعادت پر ہے اور عرف وعادت میں اگر تبدیلی واقع ہو تو ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ نصوص شرعیہ کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی حیثیت اصل کی اور رسم ورواج کی حیثیت فرع کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عرف یا رواج علی الاطلاق لائق حجت نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ عرف مباح اور عرف فاسد میں امتیاز قائم کیا جائے جو عرف یا رواج دلیل شرعی کے خلاف ہو یا شرع اسلامی کی روح اور اس کی منشا سے متعارض ہو اور اسوہ نبوی اور تعامل صحابہ و تابعین کے منافی ہو وہ عرف فاسد میں شمار ہوگا اور قابل قبول نہ ہوگا، الاشباہ والنظائر میں ہے: ''**انما العرف غیر معتبر فی المنصوص علیه**''۔

دیگر فقہی مذاہب کے مقابلہ میں حنفی اور مالکی فقہ میں کافی توسع اور کشادگی پائی جاتی ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ حنفی اور مالکی مذاہب کی تشکیل وارتقا ایسے معاشرتی حالات میں ہوا

جو تہذیبی رنگارنگی اور تنوع کے آئینہ دار تھے۔ کوفہ نے (جو امام ابو حنیفہؒ کا مولد ومنشا تھا) ایک کثیر ثقافتی معاشرہ کی آبیاری کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب کوفہ شہر بسایا تو انہوں نے یہاں کوئی بارہ ہزار یمنیوں کو (جو ایک قدیم تہذیب وتمدن کے پروردہ تھے) اور کئی ہزار دیگر قبائل کو بسایا۔ کوفہ میں مختلف ملکوں اور خطوں کے مسلمانوں کے علاوہ عیسائی، یہودی اور مجوسی بھی آباد تھے۔ موطا امام مالکؒ کی روایت دو طریقوں سے ہوئی۔ ایک بروایت امام محمد بن حسن شیبانی اور دوسرے بروایت یحیی بن یحیی مصمودی اندلسی۔ یحیی نے براہ راست امام مالکؒ سے اکتساب فیض کیا اور اپنے وطن لوٹ کر امام صاحب کے مسلک کی اشاعت میں حصہ لیا۔ امام مالکؒ کے دوسرے شاگرد زیاد بن عبدالرحمٰن القرطبیؒ نے امام مالکؒ سے حدیث اور فقہ کا درس لیا اور اپنے وطن مالوف لوٹ کر مالکی مذہب کی ترویج کی۔ اندلس ایک کثیر ثقافتی خطہ تھا جہاں مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے معاشرتی اختلاط سے ایک گنگا جمنی تہذیب کی نشو نما ہوئی، مالکی فقہ کا ارتقا زیادہ تر مغرب یعنی شمالی افریقہ اور اندلس میں ہوا اور اس کے ارتقا میں ان خطوں کے تہذیبی تنوع کو کافی دخل تھا۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب المیز ان میں اس باب میں تفصیلی گفتگو کی ہے کہ شریعت کے جن مسائل و جزئیات میں فقہاء کے بیچ اختلافات پائے جاتے ہیں ان کی تعبیر اس انداز میں کی جائے کہ عامة المسلمین کو آسانی اور سہولت ہو اور ان کی دشواریاں رفع ہوں، مثلاً فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں، امام شعرانی فرماتے ہیں کہ مالی حیثیت سے جو شخص ضعیف اور کمزور ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس پہلو کو اختیار کرے کہ دباغت سے مردار کی کھال پاک ہو جاتی ہے، لیکن جسے خدا نے دولت و ثروت سے نوازا ہے اس کو چاہیے کہ عدم طہارت کے پہلو کو اختیار کرے۔

حنفی فقہ میں استحسان کا اصول بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ امام سرخسی نے استحسان کی تعریف

اس طرح کی ہے:"هو ترک القیاس والأخذ بما هو اوفق للناس"،استحسان کا مقصد توسع اختیار کرنا اور امت کے لئے فراخی اور سہولت تلاش کرنا ہے۔فقہاء مذاہب اربعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ضرورت شدیدہ کی بنا پر دوسرے امام کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے،شامی میں ہے:"لوافتی بقول مالک فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به"،امام شاطبی نے اپنی مشہور کتاب الموافقات میں مراعات الخلاف کے فقہی اصول کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں،جن مسائل میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے ان میں عام مسلمانوں کی سہولت اور رفع ضرر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مالکی فقہاء نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر فتوی دیا ہے۔زوجہ مفقود الخبر کے معاملہ میں وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر رکھتے ہوئے غیر منقسم ہندوستان کے حنفی علماء و فقہاء نے امام مالکؒ کے مسلک پر فتوی دیا تھا۔

۳-اسلامی قانون اور قانونی تکثیریت:

عمرانیات قانون کا ایک ذیلی موضوع قانونی تکثیریت (Legal Pluralism) ہے۔قانونی تکثیریت کا مفہوم یہ ہے کہ ملک میں جو قانون غالب اور مروج ہے اس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب اور جماعتوں کے شخصی و عائلی قانون کو بھی آئینی حیثیت دی جائے اور اقلیتوں کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ نکاح و طلاق، وراثت اور عائلی تنازعات کے تصفیہ جیسے معاملات اپنے عقیدہ اور دینی وتہذیبی روایات کے مطابق طے کرسکیں۔ یہ صورتحال ہندوستان اور بعض دیگر ممالک میں پائی جاتی ہے۔قانونی تکثیریت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملک کے غالب اور مروجہ قانون کو اقلیتوں پر مسلط نہ کیا جائے اور ان کے حقوق کی پاسداری کی جائے۔دنیا کے بیشتر ممالک کثیر ثقافتی(Multiethnic) ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں مختلف مذاہب کے پیروکار،منفرد تہذیبی روایات، زبانیں اور رسم ورواج پائے جاتے ہیں،قانونی تکثیریت میں اس تہذیبی وثقافتی تنوع اور رنگارنگی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی فرقہ یا

جماعت کے جائز جمہوری حقوق کی پامالی نہ ہو۔

قانونی تکثیریت کے نقطہ نظر سے اسلامی قانون کے دو پہلو قابل ذکر ہیں۔ایک تو یہ کہ اسلامی قانون میں عوام الناس کی فلاح و بہبود اوران کی سہولت کے پہلوؤں کو ہمیشہ مد نظر رکھا گیا ہے چنانچہ اسلامی قانون میں مختلف علاقوں اور خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کے معاشرتی اور اقتصادی حالات کی رعایت موجود ہے۔دوسرے یہ کہ اسلامی قانون ذمیوں یعنی غیر مسلم اقلیتوں کے عقائد، دینی شعار، عدالتوں اورتہذیبی روایات کا تحفظ کرتا ہے اورانہیں داخلی خودمختاری عطا کرتا ہے اورانہیں اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہبی و عائلی معاملات اپنے عقائد اور روایات کے مطابق طے کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر متاخرین کے دور تک علماء اور فقہاء کے درمیان اختلاف رائے موجود رہا ہے، فقہی اختلافات عبادات اور معاملات دونوں شعبوں میں پائے جاتے ہیں، جہاں تک معاملات کا تعلق ہے بیشتر فقہی اختلافات کے پس پشت عوام الناس کی سہولت اور رفع ضرر کا جذبہ کارفرما تھا، حشرات الارض، مینڈکوں، کیکڑوں اور کچھوؤں کے بارہ میں امام شافعیؒ نے حرمت کا فتوی دیا ہے، لیکن بعض متاخرین نے ان کو مباح ٹھہرایا ہے، بعض ان کی کراہت کے قائل ہیں، امام مالکؒ کا فتوی ہے کہ سمندر اور دریا کے جتنے حیوانات ہیں ان کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ کیا بحری خنزیر بھی حلال ہے، آپ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس بحری حیوان کا نام خنزیر رکھ دیا ہے۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر کا شماران سات افراد میں تھا جو فقہ وحدیث کی تاریخ میں فقہاء سبعہ کے نام سے مشہور تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابیوں کے جو اختلافات ان کے اعمال میں تھے خدا نے اس سے یہ نفع پہنچا دیا کہ جو شخص صحابیوں میں سے کسی

صحابی کے طرز عمل کے مطابق عمل کرتا ہے وہ اپنے آپ کو گنجائش میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو کام کیا ہے وہ ایسا کام ہے جسے اس سے زیادہ بہتر آدمی نے کیا تھا۔ حضرت قاسمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو اختلاف فقہاء کا عالم نہیں ہے اس کی ناک نے فقہ کی بو بھی نہیں سونگھی، حضرت ایوب سختیانی فرمایا کرتے تھے کہ حکم لگانے میں جلدی نہ کرنے والا وہی ہوسکتا ہے جو علماء کے اختلاف سے زیادہ واقف ہے، حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے: "**لا تقولوا اختلف العلماء فی کذا وقولوا قد وسع العلماء علی الأمة بکذا**"، حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے: "**ما احب ان اصحاب رسول الله لم یتخلفوا**"، فرماتے کہ اگر ان امور میں ایک ہی فتوی ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے، ان سے کہا گیا کہ کاش آپ لوگوں کو ایک ہی مسلک پر (بزور حکومت) جمع کر دیتے، آپ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں میں اختلاف نہ ہوتا تو یہ بات مجھے اچھی نہیں لگتی، پھر سارے اسلامی ممالک میں یہ شاہی فرمان آپ کے حکم سے گشت کرایا گیا کہ چاہئے کہ ہر ملک کے باشندے ان ہی مسائل کی روشنی میں باہم فیصلے کیا کریں جن پر ان کے علاقہ کے فقہاء کا اتفاق ہو چکا ہے۔

جب عباسی خلیفہ منصور نے حج کیا تو اس نے امام مالک سے کہا کہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ آپ کی کتابوں کی نقل کراؤں اور پھر ہر شہر میں انہیں بھجوا کر یہ فرمان جاری کروں کہ لوگ صرف ان ہی کتابوں پر عمل کریں اور ان کے حدود سے متجاوز ہو کر کوئی اور طریقہ اختیار نہ کریں، امام صاحب نے جواب دیا کہ اے مسلمانوں کے امیر آپ ایسا ہرگز نہ کیجئے، مسلمانوں کے پاس دوسرے علماء کے اقوال پہلے سے پہنچ چکے ہیں، لوگوں کے پاس جو بات پہلے پہنچ چکی ہے اسی پر وہ عمل پیرا ہو چکے ہیں، پس چاہئے کہ ہر آبادی کے باشندے جو باتیں اپنے لئے اختیار کر چکے ہیں ان ہی کے ساتھ ان کو چھوڑ دیا جائے، ہارون رشید نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں امام مالک سے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ امام صاحب کی کتاب موطا خانہ کعبہ میں لٹکا دی

جائے اور عام مسلمانوں کو اسی کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کیا جائے، جواب میں امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اسلام کے فروعی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے۔ وہی لوگ مختلف آبادیوں میں پھیل گئے، ان میں سے ہر ایک حق وصواب پر تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''عقد الجید'' میں فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین میں جو اختلاف ہے ان میں سے ہر ایک حق پر ہے اور یہی بات جمہور متکلمین سے بھی نقل کی گئی ہے۔

علماء وفقہاء کے اختلاف رائے میں شخصی محرکات، حسد یا عناد کی بجائے حق پسندی اور اخلاص کا جذبہ غالب تھا، یہی وجہ تھی کہ اختلاف رائے کے باوجود امت مسلمہ کے پچھلوں نے اگلوں کو ہمیشہ عزت واحترام کے جذبات کے ساتھ یاد کیا، ان کی خدمات جلیلہ کا دل وجان سے اعتراف اور ستائش کی اور کبھی اپنی زبان وقلم کو ان کے بارہ میں بدگوئی سے آلودہ نہیں کیا، بعض مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ جس درجہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اس سے اہل علم واقف ہیں، جب کبھی امام شافعی بغداد جاتے اور امام ابوحنیفہؒ کی قبر سے متصل مسجد میں نماز پڑھتے تو دعائے قنوت (جس کا پڑھنا ان کے نزدیک واجب ہے) ترک فرما دیتے تھے، کوئی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ اس قبر میں سونے والے (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کے سامنے شرم آتی ہے کہ میں اپنی رائے پر اصرار کروں۔

۴- اجتہاد کی سماجیاتی نقطہ نظر سے توجیہ وتعبیر:

اجتہاد کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم شرعی کے تعین کے بارہ میں بحد امکان رائے قائم کرنے کے لئے کوشش کرنا، اجتہاد کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے، اجتہاد انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی وشورائی بھی۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ جس مسئلہ میں قرآن کریم کی صراحت موجود نہ ہو اس میں کیا کیا جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے موقع پر امت کے فقہاء اور عابدین کو جمع کیا جائے اور ان

سے مشورہ کیا جائے، تنہا ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کیا جائے۔

اجتہاد کو ایک باضابطہ اجتماعی وشورائی شکل دینے کا سہرا امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کے سر ہے۔ امام صاحب نے ایک فقہی مجلس تشکیل دی جس کے اراکین میں امام صاحب کے چالیس ممتاز شاگرد اور اصحاب شامل تھے جو درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے، اس مجلس میں مختلف علوم و فنون کے ماہرین بھی تھے، اجتہاد اسلامی قانون کی غیر معمولی داخلی توانائی اور قوتیت کا آئینہ دار ہے، اجتہاد کی غرض وغایت اس کے منہج اور طریق کار، اس کے دوررس نتائج واثرات اور اسلامی فقہ کے ارتقاء میں اس کی کلیدی اہمیت کو سماجیات قانون کے پیرہن اور اسلوب میں اور تقابلی تناظر میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

زیر بحث پروجیکٹ میں نہ صرف عہد گذشتہ کے ان مسائل ومعاملات کا ذکر ہوگا جو علماء وفقہاء کی اجتہادی بصیرت کے آئینہ دار ہیں بلکہ عصر حاضر کے ان مسائل وفتاوی کا بھی ذکر ہوگا جن میں اجتہادی کاوش کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، نیز ان مسائل ومعاملات کا بھی ذکر ہوگا جن میں اجتہاد اور اجماع کی شدید ضرورت ہے، اس ضمن میں ایک مثال یہاں پیش کی جاتی ہے، افریقہ کے 29 ممالک بالخصوص صومالیہ، مصر، جیبوتی (Dijibouti)، گنی (Guinea)، سودان، اور موریتانیا (Mauritania) میں نوعمر لڑکیوں کی ختنہ (Female Genital Mutilations) کا عام رواج ہے، عام طور پر 7 اور 13 برس کی لڑکیوں پر جراحی کا یہ عمل کیا جاتا ہے، عموما یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس عمل سے لڑکیوں کی جنسی خواہش میں کمی آجاتی ہے اور ان میں اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کا جذبہ قوی ہوجاتا ہے، عالمی ادارہ صحت کا اندازہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں بالخصوص افریقی ممالک میں کم وبیش 14 کروڑ لڑکیاں اس اذیت ناک تجربہ سے دوچار ہوچکی ہیں، عالمی ادارہ صحت اور اطبا کہتے ہیں کہ اس جراحی سے لڑکیوں کی صحت اور شخصیت پر دیرپا منفی اور مضر اثرات پڑتے ہیں، بعض صورتوں میں نوعمر لڑکیاں جراحی کے بعد موت کی

آغوش میں چلی جاتی ہیں۔

مصر میں 1996 میں عورتوں کی ختنہ پر پابندی عائد کردی گئی تھی، مصر کے سابق مفتی اعظم علی جمعہ نے اس جراحی کو غیر اسلامی اور حرام قرار دیا ہے، جامعہ ازہر کے لجنۃ الفتوی نے یہ فتوی جاری کیا کہ اس عمل کے لئے اسلامی شریعت میں کوئی جواز موجود نہیں ہے، دوسری طرف بعض علماء اس کے جواز اور افادیت کے قائل ہیں، جامعہ ازہر کے شیخ جادالحق علی نے اس کے جواز کا فتوی دیا اور کہا کہ اس عمل سے عورتوں کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے، اگرچہ شیخ یوسف القرضاوی اس عمل کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اس مسئلہ میں علماء وفقہاء کے اجماع کی ضرورت ہے۔

۵-اسلامی قانون اور امت مسلمہ کی عالمگیر وحدت:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، آغاز اسلام سے لے کر آج تک جوان گنت افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں وہ رنگ ونسل، زبان، بود وباش اور رسم ورواج کی گونا گونی کے مظہر ہیں، عالم اسلام کے اس معاشرتی وثقافتی تنوع کے باوجود دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں بسنے والے مسلمان ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں، عالم اسلام میں عقیدہ، عبادات، اسلامی شعار اور اسلامی تشخص کی حیرت انگیز یکسانیت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، دنیا کے ہر حصہ میں قرآن کریم اپنی اصل زبان یعنی عربی میں پڑھا جاتا ہے، اذانیں اور نمازیں عربی زبان میں ادا کی جاتی ہیں، ہر مسلمان سنت نبوی ﷺ کو مشعل راہ اور شریعت کو سعادت وہدایت کا سرچشمہ رکھتا ہے، مسلمان جہاں بھی آباد ہیں سحر وافطار کے التزام کے ساتھ روزے رکھتے ہیں، اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اپنے لڑکوں کا ختنہ کراتے ہیں، اپنا اور اپنی اولاد کا نکاح اسلامی طریقہ پر کرتے ہیں، شراب خوری، چوری، جوا، زنا اور دیگر منکرات سے اجتناب کرتے ہیں، اپنے مردوں کی تدفین اسلامی طریقہ پر کرتے ہیں۔

ایک مشہور برطانوی ماہر سماجیات ارنسٹ گیلنر (Ernest Gellner) نے لکھا ہے کہ

وحدت اور کثرت کا جو دلفریب امتزاج مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اور جس طرح مسلمانوں میں عالمی وحدت کی جلوہ فرمائی نظر آتی ہے اس کی مثال دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔

گذشتہ 25-30 برسوں میں عالم اسلام میں متعدد اسلامی و اصلاحی و احیائی تحریکیں ابھری ہیں اور عالم اسلام پر ان کے گہرے اور دوررس اثرات ہوئے ہیں، عالمی نوعیت کی اسلامی تحریکوں میں الاخوان المسلمون، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور ترکی کی فتح اللہ گولین کی تحریک قابل ذکر ہیں، یہ تحریکیں اسلامی نظام اور اسلامی قانون کے نفاذ کی حامی ہیں، حالیہ وقتوں میں عالم عرب میں جو انقلاب آفرین سیاسی وسماجی تغیرات رونما ہوئے ہیں ان کا ایک نمایاں پہلو ان سیاسی جماعتوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ہے جو ملک کے آئین، سیاست، اقتصاد اور معاشرہ میں اسلامی شریعت کا رچاؤ دیکھنا چاہتی ہیں، ان سیاسی جماعتوں میں تونس کی النہضہ پارٹی، مصر کی الاخوان المسلمون اور النور پارٹی اور مراکش کی انصاف اور ترقی پارٹی (Justice and Development Party) قابل ذکر ہیں، ترکی میں برسراقتدار اے کے پارٹی (A.K. Party) کی قیادت ایسے افراد کے ہاتھ میں ہے جو ملک میں اسلامی اقدار کی بحالی کے خواہاں ہیں، عالم اسلام کی ان اصلاحی، احیائی اور سیاسی جماعتوں اور تحریکوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت آج بھی اسلام کو اپنے انفرادی و اجتماعی تشخص کا کلیدی عنصر سمجھتی ہے۔

٦-اسلامی قانون اور رفاہ عام:

اسلامی قانون کا عوامی فلاح و بہبود کے فروغ اور رفاہی اداروں کی تاسیس سے گہرا تعلق رہا ہے، اسلامی شریعت نے انفاق فی سبیل اللہ پر حددرجہ زور دیا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے تصور کو وسعت دے کر اسے اجتماعی شکل عطا کی ہے، اسلامی ریاست میں بیت المال اور اوقاف کے ادارے کلیدی اہمیت کے حامل رہے ہیں، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں بیت المال کا

قیام حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں وجود میں آیا، بیت المال کی رقم مختلف دینی ورفاہی مقاصد کے لئے استعمال کی جاتی تھی، مثلاً معذوروں، بیواؤں اور مفلوک الحال لوگوں کے لئے وظائف فراہم کرنا، نادار گھرانے کی لڑکیوں کے لئے جہیز فراہم کرنا، کسانوں اور اہل حرفہ کو مالی امداد دینا، حوادث وآفات سے متاثر لوگوں کی باز آبادکاری وغیرہ۔اوقاف کے نظام کے تحت رفاہی کاموں کو مزید وسعت دی گئی، بیسوی صدی کے اوائل یعنی سلطنت عثمانیہ کے سقوط سے پہلے ترکی کی ایک تہائی اراضی اوقاف میں شامل تھی۔انیسویں صدی میں مصر میں کم وبیش 20 فیصد اراضی اوقاف کے تحت تھی، ہندوستان میں آج بھی کم وبیش 5 لاکھ اوقاف کی املاک موجود ہیں جن کا مجموعی رقبہ تقریباً چھ لاکھ ایکڑ ہے، ہندوستان میں ریلوے اور محکمہ دفاع کے بعد اراضی کا تیسرا بڑا حصہ اوقاف کے تحت ہے، مغربی بنگال میں ایک لاکھ چوراسی ہزار اوقاف ہیں جبکہ کرناٹک میں 35 ہزار سے زائد اوقاف موجود ہیں۔

علماء وفقہاء نے قرآن وسنت اور تعامل خلفاء راشدین کی روشنی میں بیت المال اور اوقاف کی تاسیس اور کارکردگی کے متعلق اصول وضوابط اور شرعی احکام صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں، آج بھی ترکی، ہندوستان، مصر، تونس اور دیگر اسلامی ملکوں میں بے شمار اوقاف موجود ہیں اور عوامی فلاح وبہبود کے موثر اداروں کی حیثیت سے سرگرم عمل ہیں۔

۷-اسلامی قانون بین الممالک:

یورپی مصنفین عموماً ولندیزی ماہر قانون ہیوگوگروشیس (Hugo Grotius) کو قانون بین الممالک کا باوا آدم قرار دیتے ہیں، ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم ومغفور نے ''اسلامی قانون بین الممالک میں غیر جانبداری'' کے موضوع پر جرمنی کی بون یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے مقالہ لکھا تھا، اس مقالہ میں (جو 1935 میں لائپزگ سے کتابی شکل میں شائع ہوا) ڈاکٹر صاحب نے متعدد دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ ہیوگوگروشیس

سے آٹھ سو برس پہلے امام زید بن علی (متوفی ۱۲۰ھ)، امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) اس فن کی داغ بیل ڈال چکے تھے، قانون بین المالک کے متعلق قدیم ترین کتاب امام زید بن علیؒ کی تصنیف کتاب المجموع ہے، اس موضوع پر امام ابوحنیفہؒ نے کتاب السیر کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو امتداد زمانہ کے ہاتھوں ناپید ہوگئی، لیکن امام صاحب کی کتاب سے متاثر ہوکر اور آپ کے درس کی اساس پر امام صاحب کے کئی شاگردوں نے کتاب السیر کے نام سے کتابیں تصنیف کیں، امام محمدؒ نے کتاب السیر الکبیر اور کتاب السیر الصغیر کے نام سے دو کتابیں لکھیں، مزید برآں انہوں نے پانچ ہزار صفحات پر مشتمل کتاب الاصل تصنیف کی، امام صاحب کے شاگرد امام زفرؒ نے کتاب السیر کے نام سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔

دوسرے شاگرد ابراہیم الفزاری نے کتاب السیر کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے، امام محمد بن حسن شیبانی کی تصنیف کتاب السیر الکبیر قانون بین المالک پر اولین مبسوط اور جامع کتاب ہے۔ امام سرخسی نے اس کی تفصیلی شرح لکھی جو شرح السیر الکبیر کے نام سے معروف ہے، ایک جرمن مستشرق یوسف فان پرگشٹال (Joseph von Purgstall) نے جب شیبانی کی کتاب پڑھی تو وہ مصنف کے تبحر علمی اور ان کی بصیرت پر حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے شیبانی کو عالم اسلام کو ہیوگوگروشیس قرار دیا۔ ایک دوسرے جرمن مستشرق ہنس کروسے (Hans Kruse) نے لکھا ہے کہ اگر ہم شیبانی اور ہیوگوگروشیس کے افکار ونظریات کا مقابلہ کریں تو پہلی نظر میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آٹھ صدیوں کے بعد بھی (یعنی ہیوگوگروشیس کے زمانہ تک) یورپی قوانین انسانیت نوازی کے اس اعلی معیار تک نہیں پہنچ سکے تھے جو اسلامی قانون کا امتیاز ہے۔

قرون وسطی میں اسپین کا فوجی نظام اور قانون جنگ مسلمان علماء وفقہاء کے وضع کردہ

قانون جنگ سے براہ راست متاثر تھا، یورپی قانون بین الممالک پر اسلامی قانون بین الممالک کے اثرات کئی ذرائع سے مرتب ہوئے، ان میں حروب صلیبیہ، صقلیہ (اٹلی) پر نارمن حکمرانوں کا دوبارہ قبضہ اور ہسپانیہ پر عیسائی حکمرانوں کا دوبارہ غلبہ شامل ہیں، یورپ میں جن ماہرین قانون اور مفکرین نے قانون بین الممالک پر قلم اٹھایا، مثلاً (Francesco de Vitoria Ayala, Albericus Gentitlis, Pierre Bello) وہ ہسپانیہ اور اٹلی کے باشندے تھے اور اسلامی تہذیب کی علمی میراث سے بڑی حد تک متاثر تھے، خود ہیوگوگروشیس ہسپانوی زبان میں لکھی گئی ایک کتاب Siete Partida سے متاثر تھا جو الفانسو دہم نے لکھی تھی اور جس پر ہسپانیہ کے اسلامی دور کی قانونی تصنیفات کی چھاپ تھی، گروشیس نے قانون بین الممالک پر مسلمان مصنفین کی خدمات کا اعتراف اور ستائش کی۔

اسلامی قانون بین الممالک کا ایک درخشاں باب جنگ وجدال کے اصولوں کے متعلق ہے، آنحضور ﷺ نے اس بات پر زور دیا کہ جہاں تک ممکن ہو تنازعی معاملات کو گفت وشنید کے ذریعہ طے کیا جائے اور جنگ وجدال سے اجتناب کیا جائے، اگر جنگ کی نوبت آجائے تو جنگ کے دوران عمر رسیدہ افراد، عورتوں، بچوں اور دوسرے مذاہب کے عابدوں اور راہبوں کو گزند نہ پہنچائی جائے دوسرے مذاہب کی مقدس کتابوں اور ان کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، درختوں، باغوں کو جلایا یا برباد نہ کیا جائے، دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

قانون بین الممالک کا ایک اہم باب پناہ گزینوں کی حیثیت اور ان کے حقوق کے متعلق ہے، اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ UN Refugee Agency نے 2009 میں پناہ گزینوں سے متعلق بین الاقوامی قانون پر اسلامی اثرات کا جائزہ لینے کی غرض سے ایک تقابلی مطالعہ کروایا تھا، اس مطالعہ کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ پناہ گزینوں کے متعلق قانون بین الممالک پر سب سے گہرے اور دوررس اثرات اسلامی قانون کے اس شعبہ کے پڑے جس میں مظلوموں

اور پناہ گزینوں کو پناہ دینے اور اس کے ساتھ انسانیت نوازی اور ہمدردی کا سلوک کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

۸-اسلامی قانون اور حقوق انسانی:

آج کل عالمی اداروں، دانش گاہوں اور حکومت کے ایوانوں میں حقوق انسانی کا بڑا چرچا ہے، حقوق انسانی کے مروجہ تصور میں کئی خامیاں پائی جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ اس تصور میں فرد کو کلیدی اہمیت حاصل ہے، جو اس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے کہ فرد اور معاشرہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، دوسری خامی یہ ہے کہ یہ تصور اجتماعی اور گروہی حقوق کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دیتا، اس تصور میں استحقاق پر تو بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن فرائض اور واجبات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، مزید برآں اس تصور میں حیوانات اور ماحول سے متعلق انسانی ذمہ داری کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

صدیوں پہلے اسلام نے حقوق انسانی کا جو تصور پیش کیا تھا وہ مروجہ تصور سے بدرجہا اعلی وارفع ہے، حقوق انسانی کے اسلامی تصور میں بڑی جامعیت اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے، اس تصور میں حرمت جان، حرمت ناموس، بنیادی حقوق شہریت، معصیت سے اجتناب کا حق، انصاف کا حق، بربنائے ضمیر برائی سے عدم تعاون کا حق، مساوات کا حق، ضمیر کی آزادی کا حق، معاشی تحفظ کا حق اور حکومت میں شرکت کا حق شامل ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں جسے حق کہا جاتا ہے اس میں استحقاق (Rights) اور فرائض اور ذمہ داریاں دونوں شامل اور لازم وملزوم ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "**كلكم راع وكلكم مسئول عن رعتيه**"، آپ ﷺ کا یہ ارشاد حقوق انسانی کے اسلامی تصور کی جامعیت کا آئینہ دار ہے، "**ان لنفسک علیک حقا ولأهلک علیک حقا ولله علیک حقا فاعط کل ذی حق حقه**"۔

اسلامی نظریہ حیات میں نہ صرف فرد کے حقوق اور اختیارات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے بلکہ جمیعتوں اور گروہوں کے حقوق کے ساتھ بھی خاطر خواہ اعتنا کیا گیا ہے، مزید برآں اس میں سیاسی، معاشی اور ثقافتی حقوق کے لئے بھی گنجائش موجود ہے، یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ پچاس برس پہلے حقوق انسانی کے یورپی تصور میں سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق کا کوئی ذکر نہیں تھا، ۱۹۶۶ء میں جب اقوام متحدہ نے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے عالمی میثاق (International Covenant of Economic, Social and Cultural Rights) کو منظوری دی تو ان حقوق کو حقوق انسانی کے اعلامیہ میں شامل کیا گیا۔

۹-اسلامی قانون اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق:

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ عقیدہ اور دینی معاملات میں جبر و اکراہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے معبودوں اور ان کی دیوی دیوتاؤں کو برا بھلا نہ کہیں، رواداری، فراخ دلی اور وسیع القلبی کی متعدد مثالیں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے طرز عمل میں نظر آتی ہیں۔

اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ اسلامی ریاست میں اہل ذمہ کو نہ صرف اپنے عقیدہ اور مذہبی شعار پر عمل پیرا ہونے کی آزادی حاصل ہے بلکہ اس بات کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے مقدمات اور نزاعی معاملات اپنے مذہبی قانون کے مطابق اور اپنی عدالتوں کے ذریعہ فیصل کرا سکتے ہیں، اسلام نے جس پیمانہ پر اور جس فراخ دلی کے ساتھ غیر مسلم اقلیتوں کے انسانی حقوق کی پاسداری کی ہے اور ان کی مذہبی وتہذیبی شناخت کا تحفظ کیا ہے اس کی مثال انسانی تاریخ میں ناپید ہے۔

ایک مرتبہ ساٹھ افراد پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ آیا، آپ نے انہیں مسجد نبوی میں قیام کرنے اور اپنے طریقے پر عبادت کرنے کی

اجازت مرحمت فرمائی، اسلامی قانون وراثت کی رو سے ایک شخص اپنی ایک تہائی جائداد کی وصیت کسی کے حق میں بھی کرسکتا ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں ہو، ام المومنین حضرت صفیہؓ خیبر کے ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں، حضرت صفیہ اپنے غیر مسلم مائکہ والوں سے ہمیشہ عزیزانہ سلوک کرتی رہیں اور وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ ان کے ترکہ میں سے ایک تہائی حصہ ان کے غیر مسلم بھانجے کو دیا جائے، بعض مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہؓ نے دخل دے کر وصیت کا نفاذ کرایا کیونکہ حضرت صفیہ کی وصیت اسلامی قانون وراثت کے موافق تھی۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک ضعیف اور نابینا شخص کو مدینہ کی گلیوں میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس قوم سے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں اور مفلسی اور ضعیفی کا مارا ہوا ہوں، اس کے باوجود مجھے جزیہ دینا پڑتا ہے، حضرت عمر کو اس کی حالت پر ترس آیا، آپؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لائے اور کچھ رقم اس کے حوالہ کی، پھر آپؓ نے بیت المال کے ناظم کو حکم دیا کہ اس ضعیف اور نابینا یہودی اور اس قسم کے دوسرے نادار غیر مسلموں کو جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا گذر بعض نصاریٰ کی طرف سے ہوا جو برص کے مرض میں مبتلا تھے، آپؓ نے حکم جاری کیا کہ بیت المال سے ان کے لئے تاحیات وظیفہ مقرر کیا جائے، یروشلم کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا جس میں لکھا تھا کہ اسلامی حکومت یروشلم کے عیسائیوں کی زندگی، ان کے گرجا گھروں اور صلیبوں اور ان کے املاک کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے، ان کے کنیسوں کو رہائش گاہوں میں تبدیل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں منہدم کیا جائے گا، ان کے عقائد اور دینی شعار میں حکومت کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی، حضرت عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا تو وہاں کے قبطی عیسائیوں کے گرجا گھروں اور ان کی املاک سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا بلکہ ان کے دینی معاملات میں انہیں مکمل خودمختاری عطا کی گئی، حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد بن

ولیدؒ نے وہاں کے عیسائیوں کو فرمان لکھ کر دیا جس میں لکھا تھا کہ ان کے کنیسوں کی نہ تو بے حرمتی کی جائے اور نہ ہی انہیں منہدم کیا جائے گا۔ عیسائیوں کو ان کے جلوس میں صلیبیں اٹھا کر چلنے اور عبادت کے دوران گھنٹیاں بجانے سے روکا نہیں جائے گا، حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مرو کے بطریق یعنی بشپ نے ایران کے اسقف اعظم (Archbishop) کو لکھا کہ عرب جن کو خدائے تعالی نے دنیا کی سلطنت سے نوازا ہے وہ ہمارے دین پر حملہ نہیں کرتے بلکہ وہ ہمارے مذہب کی مدد کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور عبادت گاہوں کا احترام کرتے ہیں اور ہماری خانقاہوں اور کنیسوں کو عطیات دیتے ہیں۔

۱۰۔ اسلامی قانون اور دنیا کے دیگر قانونی نظاموں کا تقابلی جائزہ:

اسلامی قانون کی جامعیت اور ہمہ گیری اور اس کی حقانیت کو اجاگر کرنے کے لئے ایک کارآمد طریقہ یہ ہے کہ اسلامی قانون اور دنیا کے دیگر قانونی نظاموں کا تقابلی جائزہ لیا جائے، اس موضوع پر ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور دیگر مسلم و غیر مسلم ماہرین قانون کی گراں قدر تحریریں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس موضوع کو عصری تحقیقات کی روشنی میں مزید وسعت دی جائے اور اسے سماجیات قانون کے پیرہن اور اسلوب میں پیش کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ رومی قانون پہلے بالکل ابتدائی قسم کا تھا، رومیوں کی سلطنت جب وسیع ہو کر ایشیا، یورپ اور افریقہ تک پہنچی تو ان علاقوں کے مروجہ قانون سے متاثر ہو کر رومیوں نے اپنے قانون میں اضافے اور اصلاحیں کیں، اسلام سے پہلے اس قانون کو جسٹینین (JUSTINIAN) نے مدون کرنے کی کوشش کی، اس طرح ایک کوڈ یا مجموعہ قانون مرتب ہوا، یورپ کے لئے یہ ایک قابل فخر چیز ہے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام نے جو قانون دنیا کے سامنے پیش کیا وہ جسٹینین کے قانون سے بھی بہتر ہے، اس میں وہ کمزوری نہیں ہے جو جسٹینین کے قانون میں تھی، بلکہ اس میں استحکام، استقامت اور پائیداری ہے، اسلامی

قانون میں جو وسعت اور ہمہ گیری ہے وہ رومی قانون میں نہیں ہے، مثلاً جسٹینین کے قانون میں دینی امور اور عبادات کا کوئی ذکر نہیں ہے، اگر کوئی شخص غیر جانبداری سے رومی قانون اور اسلامی قانون کا موازنہ کرے تو وہ یقیناً یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اسلامی قانون رومی قانون سے بدرجہا بہتر ہے۔

اسلامی قانون مقننہ یا مجلس قانون ساز (Legislature) اور عدلیہ کے مابین امتیاز قائم کرتا ہے اور عدلیہ کو مجلس قانون ساز سے علاحدہ اور خود مختار ادارہ قرار دیتا ہے تاکہ حکومتیں اپنی من مانی نہ کر سکیں اور ان کی کارکردگی پر قانون کی گرفت قائم رہے، یہ اصول صرف نظریاتی اور تجریدی نہیں تھا بلکہ اس کی عملی مثالیں دنیا کے سامنے پیش کی گئیں، اس کی دوسری مثال ہمیں دنیا کی کسی اور قوم میں نظر نہیں آتی، دیگر مملکتوں اور تہذیبوں میں قانون سازی حکومت کا اجارہ ہوتی ہے لیکن اسلامی قانون کا یہ اصول ہے کہ عدالت کو حکومت سے آزاد رہنا چاہئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان فقہاء پوری آزادی کے ساتھ قانون کی ترقی میں مشغول رہے۔

۱۱- فقہ الاقلیات:

فقہ الاقلیات کی اصطلاح عصر حاضر کے ان علماء وفقہاء اور دانشوروں نے وضع کی ہے جو اصلاً اسلامی ملکوں کے باشندے ہیں لیکن اب مغربی ملکوں میں رہائش پذیر ہیں یا جو اسلامی ملکوں میں رہتے ہیں لیکن مغربی ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل ومعاملات سے باخبر ہیں اور ان کے ساتھ ربط ضبط رکھتے ہیں۔

ان علماء وفقہاء میں ڈاکٹر طہ جابر العلوانی شیخ یوسف القرضاوی اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود سرفہرست ہیں، فقہ الاقلیات کا تصور اور دائرہ کار کا تعین مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل ومعاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں تین امور لائق توجہ ہیں، فقہاء متقدمین ومتاخرین نے پیش آمدہ مسائل و

معاملات سے متعلق فقہی احکام کو الحوادث والنزول کہا ہے، بعض فقہاء نے فقہ النوازل اور فقہ الضرورۃ کی اصطلاحات استعمال کی ہیں، یہ تمام موضوعات بنیادی طور پر فقہ اسلامی کے ابواب کی حیثیت رکھتے ہیں، لہذا فقہ الاقلیات کو فقہ النوازل کی ایک نوع سمجھنا چاہیے جو فقہ اسلامی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، ڈاکٹر طہ جابر العلوانی کہتے ہیں کہ فقہ الاقلیات ایک خود مختار فقہی دائرہ فکر کی حیثیت رکھتا ہے، میری ناقص رائے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی عالمی آبادی میں کم وبیش 20 فیصد مسلمان غیر اسلامی ملکوں میں رہتے ہیں، پچاسی فیصد سے زیادہ مسلم اقلیتیں ایشیائی اور افریقی ملکوں میں رہتی ہیں، مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمان مسلم اقلیتوں کا 12 یا 13 فیصد حصہ ہیں، لہذا اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ فقہ الاقلیات میں جن مسائل ومعاملات کو زیر بحث لایا جائے ان کا دائرہ صرف مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں تک محدود نہ ہو بلکہ اس میں تمام مسلم اقلیتیں شامل ہوں۔

تیسری بات یہ ہے کہ مسلم اقلیتوں کی سب سے بڑی تعداد (15 کروڑ سے زائد) ہندوستان میں آباد ہے، ہندوستان میں مسلمان ایک ہزار برس سے زائد عرصہ سے رہتے آئے ہیں، انہوں نے عزیمت واستقامت کے ساتھ اپنے عقائد، دینی شعار، تہذیبی تشخص اور اسلامی اداروں کی نگہداشت کی ہے اور مادی وسائل کی قلت کے باوجود علوم اسلامیہ کی خدمت کی ہے، ہندوستانی علماء وفقہاء نے ان مسائل ومعاملات کا حل اسلامی شریعت کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جو غیر اسلامی ماحول میں رہنے والے مسلمانوں کو پیش آتے ہیں، ہندوستانی فقہاء کے فتاوی اسلام کی قانونی میراث کا ایک گراں قدر حصہ ہیں۔ فقہ الاقلیات کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے لئے ان فتاوی کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۲-اسلامی قانون اور عالمیت (گلوبلائزیشن):

عالمیت (گلوبلائزیشن) کی اصطلاح مجموعی طور پر ان عوامل کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو گذشتہ تیس یا چالیس برسوں میں سائنس، ٹکنالوجی اور صنعت کی حیرت انگیز ترقیوں کی بدولت ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان عوامل میں ذرائع اطلاعات وابلاغ کی ترقیاں اور بالخصوص کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا روز افزوں استعمال، ذرائع آمدورفت کی ترقیاں، وسیع پیمانہ پر بین الاقوامی آمدورفت اور مہاجرت اور مالیاتی نظام، تجارت، کاروبار اور اشیاء کی درآمد و برآمد کا عالمی پیمانے پر پھیلاؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان ترقیوں کی بدولت زمان ومکان کے فاصلے سمٹ گئے ہیں اور یوں لگتا ہے گویا کہ کرہ ارض کی طنابیں کھینچ گئی ہوں۔

زیر بحث موضوع کے اعتبار سے عالمیت کے پانچ پہلو قابل توجہ ہیں:

الف- دنیا کے متعدد غیر اسلامی ملکوں میں اسلام کے عائلی قانون کی قبولیت۔

ب-مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد کی بیرونی ممالک بالخصوص مغربی ممالک اور آسٹریلیا وغیرہ کو ہجرت اور ان ملکوں میں سکونت۔ مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل ومعاملات۔

ج- عالم اسلام میں جدید ذرائع اطلاعات وابلاغ سے استفادہ کرنے کا بڑھتا ہوا رجحان اور اسلامی مقاصد کے لئے انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال۔

د- اسلامی مالیات اور حلال اشیاء خورد ونوش کی بڑھتی ہوئی مقبولیت۔

ھ- عالمیت سے پیدا ہونے والے مسائل ومعاملات کے حل کے لئے اسلامی اداروں کی مساعی اور فتاوی۔

متعدد ممالک جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہتے ہیں (مثلاً روس، سنگاپور، تھائی لینڈ، ہندوستان، جنوبی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگانڈا اور سرینیم) اسلامی عائلی قوانین اور

مقامی اسلامی عدالتوں کوتسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستان کے آئین میں مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، امریکہ اور کناڈا کی عائلی عدالتیں (فیملی کورٹ) اسلامی نکاح نامہ کو قانونی دستاویز کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہیں، ناروے میں مسلمانوں کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اسلامی طریقہ پر نکاح کرسکتے ہیں، البتہ طلاق حاصل کرنے کے لئے انہیں مقامی عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے، برطانیہ میں بیس برس سے زائد عرصہ سے شادی، طلاق اور وراثت سے متعلق نزاعی معاملات میں ثالثی اور تصفیہ کی غرض سے قائم کی گئی مجلسیں (Tribunal) موجود ہیں جنہیں برطانیہ کے Arbitration Act 1996 کے تحت تسلیم کیا جاتا ہے۔ برطانیہ، جرمنی، ناروے اور یونان کی عدالتیں ان فیصلوں میں جن کے فریقین مسلمان ہوں اسلامی احکام کو پیش نظر رکھتی ہیں۔

2009 میں کولون (جرمنی) کی ایک عدالت نے ایک ایرانی شخص کو جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو 600 سونے کے سکے بطور مہر ادا کرے، عدالت نے اس فیصلہ کی تائید میں ایرانی عدالتوں کی نظیریں پیش کیں، 2008 میں انگلستان کے اینگلیکن عیسائیوں کے اسقف اعظم روون ولیمس نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ برطانیہ کے موجودہ قانونی نظام میں اسلامی شریعت کے بعض احکام شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا عائلی قانون، ثالثی اور مصالحت کے اسلامی ادارے جو ملک میں موجود ہیں، اور اسلامی مالیاتی نظام کے بعض اجزا انگلستان کے قانونی نظام میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ برطانیہ کی عدالت مرافعہ کے سابق جج لارڈ فلپس نے ڈاکٹر ولیمس کی تجویز کی تائید وتوثیق کی اور کہا کہ عائلی تنازعات میں ثالثی اور تصفیہ کے لئے اسلامی شریعت کے بعض اصولوں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حالیہ وقتوں میں مسلمانوں نے جدید ذرائع اطلاعات وابلاغ (ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ،

موبائل فون، سوشل میڈیا، یوٹیوب وغیرہ) کو اسلامی و دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب انٹرنیٹ پر فتوے حاصل کئے جاسکتے ہیں، انٹرنیٹ پر ہزاروں فتاوی موجود ہیں، Islam Online نامی ویب سائٹ پر شیخ یوسف القرضاوی کے فتاوے دیکھے جاسکتے ہیں، الجزیرہ ٹی وی پر شیخ قرضاوی کا پروگرام ''الشریعۃ والحیاۃ'' نشر ہوتا ہے جسے عالم عرب اور شمالی افریقہ، نیز مغربی ممالک اور آسٹریلیا وغیرہ میں آباد 4 کروڑ سے زیادہ عرب ناظرین دیکھتے ہیں۔ YouTube پر شیخ قرضاوی کے خطابات اور مواعظ سنے اور دیکھے جاسکتے ہیں۔ 2010 میں پاکستان کی منہاج القرآن تحریک کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری نے انٹرنیٹ پر 600 صفحات پر مشتمل ایک طویل فتوی جاری کیا جس میں انہوں نے مدلل انداز میں دہشت گردی اور قتل وغارت گری کی مذمت کی اور اسے حرام قرار دیا۔

عالمیت کا ایک اہم پہلو اسلامی مالیات اور حلال اشیائے خوردونوش کی بڑھتی ہوئی عالمی مقبولیت ہے، دنیا کے تمام بڑے بینکوں نے اسلامی اصولوں پر مبنی مالیاتی اسکیمیں شروع کی ہیں، جن ملکوں میں اسلامی بینک قائم کئے گئے ہیں یا جن بینکوں نے اسلامی مالیاتی اسکیمیں شروع کی ہیں ان کے ارباب اختیار مسلمان علماء وفقہاء اور اسلامی اداروں سے ان اسکیموں کے جواز کے بارہ میں مشورہ کرتے ہیں، ملیشیا اور دیگر اسلامی ملکوں میں حلال اشیاء خوردونوش کے عالمی اجتماعات اور میلے منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں حلال اشیاء خوردونوش بنانے والی اور ان کو فروخت کرنے والی کمپنیاں اور ایجنسیاں بڑی تعداد میں شریک ہوتی ہیں، یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ حلال اشیاء خوردونوش کی تیاری کا ایک بڑا مرکز سوئٹزرلینڈ ہے۔ عصری مسائل و معاملات (مثلا بینک کا سود، بیمہ، تصویر کشی، ٹیلی وژن، انسانی اعظاء کا عطیہ اور پیوندکاری، مخلوط تعلیم، Invitro Fertilization وغیرہ) کے بارہ میں مختلف ملکوں کے علماء وفقہاء نے فتاوی جاری کئے ہیں۔ اس نوع کے بعض فتاوی انٹرنیٹ پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں، یورپ میں یورپین

کونسل فارفتوی اینڈ ریسرچ (جس کے صدر شیخ یوسف القرضاوی ہیں) نے ان مسائل کے بارہ میں متعدد فتاوی جاری کیے ہیں۔

عمرانیات فقہ اسلامی کے پروجیکٹ کے بنیادی مقاصد اور افادیت:

۱- گذشتہ ادوار میں امام غزالیؒ، امام رازیؒ، امام ابوالحسن اشعریؒ، ابواسحاق شاطبیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور دیگر علماء وفقہاء کبار نے اسلام کی جو خدمت فلسفہ اور علم الکلام کے واسطہ سے کی تھی آج ضرورت ہے کہ اسی جذبہ کے تحت اور عصر حاضر کے تقاضوں اور علمی ذوق اور اسلوب تحقیق کو ملحوظ رکھتے ہوئے عصری علوم بالخصوص علوم عمرانی کے پیرہن اور قالب میں اسلامی اصولوں کی حقانیت، ہمہ گیری اور معنویت کو اجاگر کیا جائے۔

۲- برصغیر ہندوستان کے علماء وفقہاء کی گراں قدر فقہی خدمات کے متعدد پہلو ایسے ہیں جن کا بالواسطہ تعلق عمرانیات فقہ اسلامی سے ہے اور جو اس موضوع کو گہرائی اور گیرائی عطا کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ ان فقہی خدمات کو عمرانیات فقہ اسلامی کے پیرہن اور عصری اسلوب میں پیش کیا جائے، اس ضمن میں درج ذیل امور خصوصی طور پر لائق توجہ ہیں۔

الف- عہد سلطنت سے لے کر آج تک کے فتاوی کے ان ابواب کا مبسوط مطالعہ و جائزہ جو عمرانیات فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں (بالخصوص ذمیوں کے حقوق، فقہ الاقلیات اور فقہی احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت) سے متعلق ہیں۔

ب- اصول الفقہ اور مقاصد شریعت کے باب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وقیع تحریریں۔

ج- دار الاسلام اور دار الحرب کے مسئلہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے گراں قدر افکار۔

د- ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی بلند پایہ نگارشات جو اسلامی قانون کے ارتقاء کے تاریخی،

سماجی اور ثقافتی پس منظر کو اجاگر کرتی ہیں اور اسلامی قانون اور رومی قانون کے تقابل مطالعہ و موازنہ کے لئے فکر انگیز جہتیں فراہم کرتی ہیں، اسلامی قانون بین المالک کی توجیہ وتشریح کے باب میں ڈاکٹر صاحب کی تحریریں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ھ- برصغیر ہندوستان کے علماء وفقہاء کے بعض فقہی فیصلے اور فتاوی عمرانیات فقہ اسلامی کے ایک درخشاں باب کی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً زوجہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں ہندوستان کے علماء احناف کا فیصلہ۔ ایک اور مسئلہ جس میں برصغیر کے علماء کی اجتہادی بصیرت نمایاں نظر آتی ہے قدرے تفصیل کے ساتھ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

یورپی کونسل برائے تحقیق وافتا نے یہ فتوی دیا ہے کہ یورپی ملکوں میں موسم گرما میں جب کہ عشاء کا وقت نصف شب تک موخر ہوجاتا ہے مغرب اور عشا کی نمازوں کو ایک ساتھ یکجا کرنا جائز ہے۔ ایک متعلقہ مسئلہ غیر طبعی منطقوں میں روزے اور نماز کے اوقات کا تعین ہے جو ملک قطب شمالی سے قریب ہیں جیسے ناروے، سویڈن، ڈنمارک، فن لینڈ، الاسکا ان میں موسم گرما میں دن بہت زیادہ طویل ہوتے ہیں اور موسم سرما میں راتیں بہت زیادہ طویل ہوتی ہیں، ناروے اور سویڈن کے بعض علاقوں میں مئی کے آغاز سے لے کر اگست کے اوائل تک سورج کی روشنی مسلسل قائم رہتی ہے اور 28/مئی سے 16/جولائی تک سورج طلوع نہیں ہوتا اور ہر وقت اندھیرا رہتا ہے، مسعودی اور البیرونی نے قطبین پر شب وروز کے غیر طبعی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

آج سے سو برس پہلے تک قطب شمالی سے قریب ملکوں میں مسلمان آباد نہیں تھے لیکن حاجی خلیفہ (متوفی 1658) نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ قطبین کے قریب کے علاقوں میں نماز اور روزے کے اوقات کا تعین کیسے کیا جائے، آج ناروے اور سویڈن وغیرہ میں ہزاروں مسلمان آباد ہیں، سویڈن کے ایک شہر کرونا میں امسال ماہ رمضان میں 15 دنوں تک سورج بالکل غروب نہیں ہوا، اگر کوئی شخص مقامی وقت کے لحاظ سے روزہ رکھے تو اسے صبح ساڑھے تین بجے سحری

کرنی ہوگی اور رات میں سوا دس بجے افطار کرنا ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کم از کم 18 گھنٹوں کا اور زیادہ سے زیادہ 23 گھنٹوں کا ہوگا۔ ایسے غیر معتدل موسم اور اوقات وسحر میں 20-22 گھنٹے کا روزہ رکھنا عام مسلمانوں کے لئے تکلیف اور تنگی کا باعث ہوگا جو شریعت کے منشاء کے خلاف ہے۔ ناروے اور سویڈن میں رہنے والے مسلمان سحری و افطار کے مختلف اوقات پر عمل کرتے ہیں، مسلمانوں کی غالب اکثریت سویڈن کے دار الخلافہ اسٹاک ہوم کے اوقات پر عمل کرتی ہے جہاں شب و روز کے اوقات نسبتا معتدل ہوتے ہیں۔

یورپین کونسل برائے تحقیق وافتاء نے اسی پر فتوی دیا ہے، مسلمانوں کا ایک طبقہ مکہ مکرمہ کے اوقات افطار وسحر پر اور دوسرا طبقہ استانبول کے اوقات افطار وسحر پر عمل کرتا ہے۔

1930 میں ریاست حیدرآباد میں علماء اور ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تا کہ وہ قطبین سے قریب کے علاقوں میں روزے اور نماز کے اوقات کے تعین کے بارہ میں مشورہ دے، بڑے غور وخوض کے بعد یہ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیا کے مختلف خطوں کو طبعی اور غیر طبعی منطقوں میں تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم دنوں کی طوالت پر مبنی ہو، ان دو منطقوں کے درمیان 45 درجہ متوازی عرض البلد پر ایک خط فاصل کھینچا جائے، جو مما لک اور خطے ۴۵ درجہ متوازی عرض البلد پر واقع ہوں انہیں طبعی قرار دیا جائے اور جو ملک 45 درجہ متوازی عرض البلد سے اوپر یا نیچے واقع ہوں انہیں غیر طبعی قرار دیا جائے، غیر طبعی مما لک میں روزے اور نماز کے اوقات کا تعین طبعی منطقہ کے روزے اور نماز کے اوقات کے مطابق کیا جائے، بالفاظ دیگر غیر طبعی منطقہ میں نماز اور روزے کے اوقات کا تعین سورج کی گردش کے لحاظ سے نہیں بلکہ گھڑی کے حساب سے کیا جائے، کمیٹی کے اس فیصلہ کی تائید وتوثیق حرمین اور جامعہ ازہر کے علماء نے بھی کی۔

و- اگر یہ پروجیکٹ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو سماجیات فقہ اسلامی پر دنیا میں یہ پہلی مبسوط کاوش ہوگی اور اس کا شرف مجمع الفقہ العلمی کو حاصل ہوگا، اولا یہ کتاب انگریزی میں ہوگی، بعدہ اس کا ترجمہ عربی، فارسی، ترکی، ملایائی اور دیگر بڑی زبانوں میں کرایا جا سکتا ہے۔